رسالہ
تندرستی
دہلی
قیمت سالانہ
قیمت فی پرچہ
ONE RUPEE INDIA 1917
2
ایڈیٹر حکیم محمد ظہیر علی سہسوانی

# قبض


از جناب حکیم اقبال حسین صاحب


بچوں کو قبض کی شکایت بڑی تکلیف دہ شے ہے۔ چڑچڑاپن راتوں کو بےچین رہنا اور کبھی کبھی قولنج کے دورے پڑنا بھی قبض کی علامات میں سے ہیں۔ اس کا بڑا سبب غلط قسم کی غذا اور کھانے کی بے قاعدگیوں کو سمجھنا چاہیئے۔

**علاج:**۔ اس کا علاج بچے کی عمر کے لحاظ سے ہونا چاہیئے اگر بچہ شیرخوار ہے تو اس صورت میں بچے کا قبض اس کی ماں کی غذائی بے عنوانیوں کی وجہ سمجھنا چاہیئے۔ اصل میں اسی کی اصلاح بھی کرنی چاہیئے بچے کا دودھ بھی ایک روز کے لیے بند کر دینا چاہیئے۔ اس کے بجائے اُسے پانی اور سنگترہ کا رس پلانا چاہیئے۔ مسہل چھوٹے بچوں کے لیے بہت مضر ثابت ہوگا۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اس سے پرہیز کیا جائے۔ انیما کی عادت ڈالنا بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہے اس لیے اسے بھی محض وقتی ضرورت پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

ان صورتوں میں جہاں بچے ماں کا دودھ پینے کے بجائے بوتل کا دودھ پی رہے ہوں، قبض ہو جانے کی صورت میں ایک یا دو روز جیسی بھی بچے کی کیفیت ہو، دودھ بند کر دیا جائے اور اس دوران میں محض پانی اور سنگترے کا رس دیا جائے، انیما کے ذریعہ آنتوں کو ایک یا دو مرتبہ اچھی طرح صاف کر دیا جائے۔ جب قبض جاتا رہے تو بچے کو دودھ دینا شروع کر دیا جائے اور آئندہ سے دودھ کے علاوہ اس کی غذا میں شیریں سنگترے کا رس بھی شامل کر دیا جائے۔ یہ واضح رہے کہ ایک سال تک خواہ بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا ہو یا بوتل کے دودھ پہ پرورش پا رہا ہو، سوائے دودھ اور سنگترے کے رس کے اور کچھ نہ کھلایا جائے۔ بعض مائیں چھ ماہ کے بعد ہی شیرخوار بچوں کو سوجی کے حلوے، حریرے، بسکٹ اور روٹی کے ٹکڑے دینے لگتی ہیں۔ یہ غلط عادت ہے۔ جو بہت شکمی خرابیوں۔ کھانسی، نزلہ، خسرہ، اور کالی کھانسی وغیرہ امراض کا باعث ہوتی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے تندرست اٹھیں اور بچپن ہی سے ان کے ہضم کی مشینری خراب نہ ہو تو آپ کو اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر کبھی بچے کو غذا کی طلب ہو تو اسے اتنی ہی دیجیئے جتنی اس کی طلب ہو۔ ایک سمجھدار ماں کے لیے جو اپنی اولاد کی صحت کا خود کو ذمہ دار سمجھتی ہے، بچے کی غذائی طلب کا صحیح صحیح پتہ چلا لینا زیادہ دشوار کام نہیں ہے۔ مگر ہم نے اپنے گھروں میں والدین کی محبت کا مظاہرہ کچھ اس انداز سے ہوتے دیکھا ہے کہ ان کے بچے کے پیٹ میں ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑتا رہے۔ گھر میں جو شخص کھانے بیٹھا بچہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور کچھ نہ کچھ کھا کر اٹھا۔ یہ بچے کے جسم اور اخلاق دونوں کے لیے غلط طریقہ ہے اور جتنا جلد ترک کر دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے، زیادہ بہتر یہی ہے کہ شروع ہی سے بچے کو پابندیٔ وقت کے ساتھ غذا دی جائے تاکہ وہ وقت پر کھانے کا عادی ہو جائے۔ قبض کے علاج کے ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بچے کا غذائی پروگرام بھی بتا دیا جائے۔ تاکہ مائیں اپنے بچوں کو اس کے مطابق غذا دیں اور وہ آئندہ نہ صرف قبض سے بلکہ اور بہت سے امراض سے

محفوظ ہوجائیں۔ ایک سال تک بچے کے لے تو یہ بتا ہی دیا گیا ہے کہ اسے خواہ بوتل کا دودھ دیا جائے یا ماں کا۔ سوائے سنگترے کے رس اور پانی کے کوئی غذا نہیں دی جائے گی۔ ایک سال سے دو سال تک کے بچے کا غذائی پروگرام میں اد بتائے دیتا ہوں تاکہ ماؤں کو معلوم ہوجائے کہ شیرخوارگی کی پوری مدت تک دودھ کے علاوہ بچہ کو اور کیا کیا چیزیں دی جاسکتی ہیں۔

**صبح کی غذا:۔** دودھ خواہ ماں کا ہو یا بوتل کا حسب خواہش پلا دیا جائے۔ اگر ماں کا دودھ کم ہو، تو گائے یا بکری کا دودھ، اس میں تھوڑا سا پانی ملاکر اُسے پتلا کرلیا جائے اور یعنی شکر، ملک شوگر، ملاکر پلایا جائے

**دوپہر کی غذا:۔** دودھ یا شیریں سنگترے کا رس خواہ دودھ میں ملاکر پلا دیا جائے یا علیحدہ جس طرح بچے کو زیادہ پسند ہو؛

**شام کی غذا:۔** حسب خواہش دودھ پلایا جائے۔

سنگترے کے رس کے علاوہ، بچے کو کشمش پانی میں بھگو کر اس کا پانی نتھار کر بھی پلایا جاسکتا ہے۔ اور اگر ترکاریوں کا پانی پسند کرے تو وہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ کبھی کبھی سیب اور گاجر کا ٹکڑا بھی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں پکی ہوئی یا ابلی ہوئی ترکاری بھی دے دینا چاہیئے۔ وہ اُسے کھا بھی لے گا تو کوئی خاص حرج نہ ہوگا۔ لیکن باقاعدہ روٹی اس وقت بھی نہ دی جائے کہ دو سال سے پہلے نشاستہ دار چیزیں بچے کو صحیح طریق پر ہضم نہیں ہوتیں۔ دو سال کے بعد جب کچھ دانت نکل آئیں تو روٹی دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کے بعد وہ اسے چبا سکے گا۔ یہ غذا ڈیڑھ سال تک کی عمر کے بچے کے لیے مناسب ہو۔ ڈیڑھ سال سے دو سال تک بچے کے لیے حسب ذیل غذا زیادہ مناسب رہے گی۔

صبح کی غذا:۔ حسب خواہش دودھ دیا جائے۔

دوپہر کی غذا:۔ چار سے چھ اونس تک پھلوں کا رس یا ترکاریوں کو ابال کر ان کا شوربا۔ ترکاریوں میں ٹماٹر، گاجر، پالک وغیرہ لیا جاسکتا ہے

شام کی غذا:۔ حسب خواہش دودھ دیا جائے۔

سنگترے اور سیب کے علاوہ اس عمر کے بچے کو دوسرے پھل بھی دیئے جاسکتے ہیں اور گاجر، ٹماٹر اور مولی بھی کھلائی جاسکتی ہے اس زمانے میں اسے روٹی کا ٹکڑا بھی دیا جاسکتا ہے، اور سوجی کا بسکٹ بھی کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔ شکر اور مٹھائی سے بچائیے۔ اس عمر کے بچے کو جتنی شکر کی ضرورت ہے جو غذا کھاتا ہے اس سے حاصل کرلیتا ہے۔

بڑے بچوں یعنی دو سے لے کر چار، پانچ سال تک کی عمر والوں کو قبض کی صورت میں دو روز کے لیے غذا بند کردی جائے اور اس دوران میں سنگترے، موسمی، میٹھا، انناس، انگور، انار وغیرہ پھل کھلائے جائیں خربوزے کے زمانے میں خربوزہ بھی کھلایا جائے۔ پانی جتنا چاہے پی سکتے ہیں۔ ایک یا دو روز تک گرم پانی کا انیما بھی رات کو سوتے وقت ضرور دیا جائے۔ مسہل انھیں کبھی نہ دیا جائے تو بہتر ہو

یہاں میں دو سے تین سال تک بچے کے لیے جو صحیح غذا ہونی چاہیئے وہ درج کئے دیتا ہوں تاکہ آئندہ صحیح غذا کی پابندی کرکے وہ بھی قبض اور دیگر شکمی شکایات سے محفوظ ہوجائیں۔

صبح کی غذا:۔ سنگترہ یا کوئی اور پھل اور اس کے ساتھ کشمش، انجیر، کھجور اور دودھ بھی دیا جاسکتا ہو۔

دوپہر کی غذا:۔ گیہوں کا دلیا، اوٹ میل، یا پھر بے چھنے آٹے کی روٹی کے ایک یا دو ٹکڑے اور دودھ۔

شام کی غذا:۔ ترکاریاں پکی ہوئی، بے چھنے آٹے کی روٹی، اور دودھ، یا پھر وہی غذا دے دی جائے جو صبح دی تھی۔ درمیانی وقتوں میں بچے کو بس پانی دیا جائے اور کچھ نہیں، چائے اور قہوہ وغیرہ سے شروع ہی سے پرہیز کرایا جائے تو اچھا ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچے کے لئے گوشت بھی ضروری ہو یہ خیال صحیح نہیں ہے، پانچ سال کی عمر سے پہلے بچے میں گوشت کو پورے طریق پر ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ غدہ درقیہ (تھائرائڈ گلینڈ) جس کا اجزائے لحمیہ کے ہضم اور استحالہ میں بڑا دخل ہو وہ پانچ سال کے آخر میں پوری طرح کام کرنے کے قابل ہوتا ہے، اس لیے اس دوران میں بچے کو گوشت نہ دیا جائے تو بہتر ہو؛

# گھیکوار

از جناب حکیم عبدالرحمٰن صاحب، قلعہ تارا سنگھ

مختلف زبانوں میں گھیکوار کے مختلف نام ہیں۔

لے ہندی میں گھیکوار، فارسی میں فیقرا۔ عربی میں صبار اور انگریزی میں انڈین ایلوز (ایلوویرا) کہتے ہیں۔ ملک پنجاب میں معروف نام "کوارگندل" سے مشہور ہے۔

گھیکوار ہندوستان کا مشہور و معروف پودا ہے جس کو بچہ بچہ جانتا ہے شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جو اس مفید ترین جڑی سے ناواقف ہو، خواص و اثرات کی رو سے نہایت کارآمد عدیم النظیر چیز ہے اس لیے اس کے خواص کے قائل حضرات اپنے گھروں میں لگا کر رکھتے ہیں۔ عموماً باغوں میں ملتا ہے۔

**ماہیت:۔** گھیکوار کا پودا نصف گز یا اس سے کچھ زیادہ بلند ہوتا ہے اس کے پتے جڑوں سے ہی نکلتے ہیں جو کہ گاؤدم اور دبیز ہوتے ہیں ان کے دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے کانٹے لگے رہتے ہیں اور ہر ایک پتے کا آخری سرا بھی خار کی شکل میں ختم ہوتا ہے۔

**شناخت اور ذائقہ:۔** اس کے پتوں کا رنگ سبز ہوتا ہے، ان میں ایک شاخ نکلتی ہے جس کو پیازی گلابی رنگ کے پھول لگتے ہیں، پتوں کو چھیلنے سے زردی اور سفیدی مائل لیسدار نہایت تلخ رطوبت نکلتی ہے۔ جس کو لعاب گھیکوار کہتے ہیں۔ اسی لعاب کو دھوپ میں خشک کر لینے سے "عصارہ گھیکوار" بن جاتا ہے۔ جسے "صبر" کہتے ہیں اور جو مرکب ادویات میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ صبر کا رنگ بھورا اور قدرے سیاہی مائل ہوتا ہے۔ بو بہت تیز بدذائقہ ہوتی ہے۔ اگر زبان پر ذرا سا لگا دیا جائے تو حلق زبان اور منہ سخت کڑوا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نازک مزاج اشخاص متلی اور قے بھی کر دیتے ہیں شراب یا سرد پانی میں ڈالنے سے خوب عمدگی سے حل ہو جاتا ہے سب سے بہترین "صبر" کی شناخت بھی یہی ہے خالص صبر حاصل کرنے کی ترکیب یہ ہے:۔

حسب ضرورت ایلوا لے کر اس کو چار گنا ابلتے ہوئے پانی میں اچھی طرح حل کر کے کچھ عرصہ تک کسی محفوظ جگہ پر رکھ چھوڑیں تاکہ ریت اور مٹی وغیرہ تہ نشین ہو کر اوپر صرف سیاہی مائل پانی رہ جائے پھر آہستہ سے اس پانی کو نتھار کر نرم نرم آگ پر خشک کریں خالص اور بہترین ایلوا یہی ہے۔ اور اسی طرح صاف شدہ ایلوا مرکبات میں استعمال کرنا چاہیئے۔

**جائے پیدائش:۔** ہندوستان میں کوئی ایسا حصہ ہوگا جہاں گھیکوار دستیاب نہ ہوتا ہو۔ ورنہ ہر جگہ ہر موسم میں باسانی مل سکتا ہے، علاوہ ازیں یہ جزائر غرب الہند جزیرہ سقوطرہ اور جنوبی افریقہ میں بھی بکثرت پیدا ہوتا ہے، یونانی اور ویدک طب میں اس کا استعمال قدیم الایام سے ثابت ہے۔

**اقسام:۔** اس کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یورپ و امریکہ میں کافی مقبول ہے وہ جزائر غرب الہند کا ایلوا ہے عموماً انگریزی ادویات میں بھی اسی قسم کا استعمال کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم علاقہ جزیرہ سقوطرہ کا صبر ہے۔ جو کہ "صبر سقوطری" کے نام سے مشہور ہے۔

تیسری قسم علاقہ زنجبار واقع افریقہ کا صبر ہے جو براستہ بمبئی، ہندوستان میں آتا ہے اور اس کو بھی "صبر سقوطری" ہی کہہ دیتے ہیں اور اصل جزیرہ سقوطرہ کا صبر ہندوستان میں بہت کم مقدار میں آتا ہے عام طور پر علاقہ زنجبار کا ہی ایلوا فروخت ہوتا ہے۔

چوتھی قسم کا ہندوستانی ایلوا ہے جو کہ ہندوستان کے مشہور شہروں میں بنتا ہے۔ لیکن اس صبر کو مندرجہ بالا ترکیب کے ماتحت صاف کر کے مرکبات میں استعمال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس قسم کو نہایت ردی قسم کہا گیا ہے۔

**مزاج و طبیعت:۔** اطبائے قدیم گھیکوار کی طبیعت درجہ دوم میں گرم و خشک بیان کرتے ہیں لیکن بعض ان کو مرکب القویٰ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

**مضرت و اصلاح:۔** حکمائے متقدمین اس کو معدہ امعاء اور جگر کے لیے مضر خیال کرتے ہیں اور اس کا مصلح کتیرا گل سرخ روغن بنفشہ اور شہد خالص بتاتے ہیں۔ میرے نزدیک صبر کا بہترین مصلح روغن بادام اور مصطگی رومی ہے +

**مقدار و خوراک** :- لعاب گھیکوار کی ۷ ماشہ سے لے کر ایک تولہ تک خوراک ہے۔

اور صبر کا ایک رتی سے ایک ماشہ تک حسب مزاج کسی بدرقہ مناسب کے ساتھ استعمال کرایا جاتا ہے اکیلا صبر بہت کم مستعمل ہے۔

**افعال و خواص** :- گھیکوار خون کو صاف کرتا ہے زخموں پر محلل اور منضج اثر کرتا ہے بلغمی مواد کی اصلاح کرتا ہے امراض بلغمی کے دفعیہ میں نہایت موثر ہے۔ ریاح کو تحلیل کرتا ہے اخلاط غلیظ کے لیے ملین و مسہل ہے۔ مقوی چشم اور مقوی گردہ و باہ ہے۔ حیض و پیشاب کے لیے مدر ہے، ورم و عظم الطحال کا رافع مقوی معدہ ہاضم اور سدوں کو کھولنے کے لیے نہایت عمدہ ہے برودت کی وجہ سے عارض ہونے والے امراض کے دور کرنے کے لیے تریاق ہے غرضیکہ بہت فائدہ مند اور قابل قدر جڑی ہے۔

**طریق استعمال** :- گھیکوار ملین ہونے کی وجہ سے دائمی قبض کے لیے نایاب تحفہ ہے مصفی خون ہونے کی وجہ سے امراض فساد خون میں کافی استعمال کرتے ہیں۔ آشوب چشم کے لیے اسکی بار بار ٹکور کرتے ہیں۔ جو کہ درد جلن اور سوزش چشم کو مفید ہے تقویت ہاضمہ کے لیے اس کا قدرے پتہ گا ہے بگا ہے کھانا مفید ہے اس کا پتہ ایک طرف سے چھیل کر قدرے نمک چھڑک کر زخموں پر لگانا ورموں کو تحلیل کرتا ہے۔ گیرو مسحوق چھڑک کر مقعد پر باندھنا بواسیر خونی کا دافع ہے، مدر حیض ہونے کی وجہ سے حیض کے کھولنے والی ادویات میں استعمال کرتے ہیں مغز گھیکوار کے بموزن شہد خالص اور زنجبیل ملا کے استعمال کرنے سے درد کمر اور بارد امراض دور ہو جاتے ہیں۔ وجع المفاصل گٹھیا اور گردہ کی تقویت کے لیے ایک لاثانی دوا ہے۔

گھیکوار کے وہ مرکبات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جو کہ میرے مطب میں ۹۵ فی صدی صحیح اور تیر بہدف ثابت ہو چکے ہیں۔

**حب دائمی قبض** نسخہ :- عنبر خالص ۴ تولہ کو عرق کاسنی۔ عرق گلاب، عرق سونف حسب ضرورت میں رات کو بھگو رکھیں صبح کو آب زلال ہیں مصطگی ۳ ماشہ تروی ۶ ماشہ ملہٹی مقشر تولہ باریک پیس کر اچھی طرح کھرل کر کے حبوب نخودی تیار کریں۔ کھانا کھانے کے دو گھنٹہ بعد ایک یا دو گولیاں ہمراہ آب تازہ استعمال کریں انشاءاللہ دائمی قبض کے لیے تیر بہدف گولیاں ہیں۔ خون کی کمی کو پورا کرتی ہیں۔

**حب اکسیر معدہ** :- نسخہ :- پوست ہلیلہ زرد، پوست بلیلہ ہر ایک ۹ ماشہ اجمود فلفل سیاہ، فلفل دراز، باؤ بڑنگ کف دریا ہر ایک ۲ ماشہ نوشادر سونچر نمک شیشہ نمک جواکھار ہر ایک ایک ماشہ آملہ سا مغسول تین ماشہ، جملہ ادویہ کو باریک پیس کر رس گھیکوار میں کو کن بیر کے برابر گولیاں تیار کریں، ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ شربت افسنتین استعمال کریں، معدہ کے لیے نہایت عمدہ دوا ہے، علاوہ ازیں ریح شکم وجع الفواد کے لیے دنیا بھر کی دواؤں کی سرتاج ہے۔

**حب مدر حیض** :- صبر سقوطری۔ ہیرا کسیس، مرکی ریوند خطائی، ہر ایک ۶ ماشہ، زعفران ڈیڑھ ماشہ، جملہ ادویات کو باریک پیس کر شہد کی مدد سے گولیاں نخودی تیار کریں بوقت ضرورت ایام حیض سے تین دن پیشتر ایک گولی صبح ایک دوپہر ایک شام ہمراہ عرق بادیان ۵ تولہ شربت بزوری ۵ تولہ ملا کر تین دن استعمال کریں مدر حیض ہیں، علاوہ ازیں بے قاعدگی حیض مثلاً کثرت الطمث، احتباس الطمث کے لیے نہایت عمدہ گولیاں ہیں جملہ امراض حیض کے لیے تین ماہ ایسا عمل کرنا چاہیئے۔

**حب بواسیر** :- ایلوا۔ رسوت مصفی۔ مغز تخم نیم مغز تخم بکائن پوست ہلیلہ زرد، مغز چاکسو مقل الازرق ہر ایک ایک تولہ پیپیہ ۲ تولہ ہلیلہ سیاہ ۶ ماشہ، جملہ ادویات کو باریک پیس کر آب ترب میں سحق کر کے حبوب نخودی تیار کریں۔ بوقت ضرورت ۲-۲ گولیاں صبح شام ہمراہ آب تازہ استعمال کریں۔ بواسیر خونی و بادی کے لیے نہایت عمدہ گولیاں ہیں بفضلہ تعالیٰ بواسیر کو قطعی آرام ہو جاتا ہے بارہا کی آزمودہ ہیں۔

**حب ملین** نسخہ :- صبر سقوطری۔ عصارہ ریوند مصطگی رومی، ہر سہ ادویات کو کوٹ چھان کر رس گھیکوار میں کھرل کر کے حبوب نخودی تیار کریں بوقت ضرورت ایک یا دو گولیاں بوقت خواب گرم دودھ یا گرم پانی کے ہمراہ استعمال کریں۔

**حب تنکار** نسخہ :- صبر سقوطری ۴ ماشہ، مرچ سیاہ ۳ تولہ، اجوائن دیسی ۹ ماشہ، سہاگہ سفید ۷ ماشہ، تمام ادویہ کو رس گھیکوار میں کھرل کر کے حبوب نخودی تیار کریں بوقت ضرورت ہمراہ آب تازہ بوقت خواب استعمال کریں۔ مقوی معدہ و مشتہی ہیں۔ دائمی قبض کے لیے خاص کر عمدہ تحفہ ہیں۔ عظم الطحال کے دفعیہ کے لیے شافی اور مجرب المجرب گولیاں ہیں، اگر ان کو ہمیشہ کھانا ہو تو عرق سونف کے ہمراہ استعمال کریں اور فائدہ اٹھائیں +

(مشیر الاطباء)

# نیم

از جناب حکیم عبدالمجید صاحب عتیقی، ایچ۔ پی۔ لاہور

**مختلف نام** (اسم معروف) نیم (صفاتی) شفیق النباتات فارسی (نیب) عربی حربط۔ شجرالحرۃ۔ مصری نزلخت (شامی و ابربر) (طبری)، طانک، سنسکرت المنب۔ سرد ت بھدر (ہندی)، نم (بنگالی)، نیم گاچھ (مرہٹی)، کنڈونبھ (گجراتی)، لبنٹہ تر (کرناٹکی)، بینڈ (تلنگی)، ٹوٹے چٹو (تاملی)، بیم مرم (انگریزی)، انڈین ایڈا ڈرک (مارگوسا و لاطینی) ایرا ڈرکٹا انڈیکا۔

**ماہیت وشناخت**:۔ ایک بہت بڑا درخت ہے جس کے پتے لمبے اور آری کی طرح دندانے دار۔ پھول گچھے دار لونگ کی شکل کے مگر چھوٹے۔ رنگت میں سفیدی مائل ہوتے ہیں۔ اس کے پھل کو نمکولی یا نبولی کہتے ہیں۔ جو کہ الائچی خورد سے قدرے بڑا بیضوی شکل کا ہوتا ہے کچا پھل سبز ہوتا ہے۔ پک کر قدرے زرد رنگ کا ہوتا ہے ذائقہ نہایت تلخ اور بدمزہ ہوتا ہے مگر پختہ پھل قدرے شیریں ہوتا ہے۔

**طبیعت**۔ طبیعت میں اطباء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے میں خشک ہے۔ بعض گرم تر لکھتے ہیں اور بعض نے سرد تر لکھا ہے۔ بعض معتدل بھی کہتے ہیں۔ اہل ویدک کے نزدیک گرم و تر درجہ اول اور بعض کے نزدیک معتدل ہے۔

**نسبت ستارہ**۔ طبیعت کے اعتبار سے ستارہ زحل سے نسبت رکھتی ہے +

**مضرت واصلاح**۔ خشک مزاجوں کے لیے مضر ہے، شہد خالص مرچ سیاہ اور روغن سے اسکی اصلاح ہوسکتی ہے۔

**بدل**۔ صفات کے لحاظ سے بے بدل ہے مگر بحالت مجبوری مصفیات وغیرہ اس کا بدل ہوسکتی ہیں۔

**مقدار خوراک:** - پتی ۹ ماشہ تک اور نیمولی ایک مثقال تک ۔

**افعال وخواص:** - منضج محلل اور مدر حیض ہے۔ خراب اور مضر ہوا کی سمیت کو زائل کرتی ہے۔ مصفی خون اور دافع امراض سوداوی ہے۔ مختلف طریق استعمال سے دافع اسہال مسکن درد دافع جذام فالج لقوہ واستسقا وغیرہ ہے۔

**مفرد استعمال:** - اس کا بھپارہ درد گوش اور وجع مفاصل کو مفید ہے (۲) ناک میں اس کی پتیوں کے پانی کا قطور سر درد کے لیے نافع ہے۔ اس کی پتیوں کا پانی شہد ملا کر کان میں ڈالنا درد کان اور پیپ کو زائل کرتا ہے (۴) تازہ پتوں کا پانی پینا رطوبات معدہ اور ریاح کا محلل ہے اور مجاری بول کے زخموں کو مندمل کرتا ہے۔ (۵) پتیوں کے عرق میں جست اور چاکسو کھرل کر کے آنکھوں میں لگائیں۔ آشوب اور ککروں کے لیے مفید ہے (۶) نیم کی ایک تولہ پتیاں اا عدد فلفل سیاہ کے ساتھ پانی میں گھوٹ کر طاعون اور ہیضے کے مریض کو پلانے سے بہت افاقہ ہو جاتا ہے۔ نزلہ اور زکام کو بھی فائدہ بخشتا ہے (۷) پتیوں کا بھرتہ باندھنا ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ دنبل کو پکاتا ہے اور زخموں کو صاف کرتا ہے (۸) پتوں کو پانی میں اُبال کر خارش کے مریض کو غسل کرانے سے شکایت رفع ہو جاتی ہے (۹) پتوں کو جلا کر نمک کے ساتھ چاٹنا بلغمی کھانسی اور دمہ کے لیے مفید ہے۔ (۱۰) نیم کی ۱۲ مثقال چھال جوش دے کر پلانا مدر حیض ہے (۱۱) نیم کی سینکیں جن میں پتیاں لگتی ہیں جو کوب کر کے پانی میں جوش دے کر پلانا موتی جھرہ اور چیچک کے مریضوں کے لیے مفید ہے (۱۲) اس کے خشک شدہ پھول پانی یا عرق گاؤزبان میں بھگو کر بچوں کو پلانا شدت پیاس اور اسہال کو دفع کرتا ہے (۱۳) خشک شدہ پھولوں اور خام شکر کا سفوف صبح دودھ کے ساتھ کھلانا جریان سیلان الرحم۔ اختلاج قلب خارش سوزش بول اور کمی اشتہا کے لیے مجرب ہے (۱۴) تخم نیم خشک اور فلفل سیاہ ہموزن کا سفوف بواسیر کے لیے مفید ہے۔ (۱۵) اس کی چھال جلا کر سنون کرنا مقوی لثہ اور پائیوریا کا دافع ہے۔ (۱۶) مغز تخم نیم اور مسوت ہموزن کی جنگلی بیر کے برابر گولیاں بواسیر والے کو کھلانا نہایت مفید ہیں۔

**شیاف سوزاک:** - مغز تخم نیم ۲ تولہ شورہ قلمی ۳ ماشہ شب یمانی ۳ ماشہ تریاق ۳ رتی حنیف ۲ تولہ شیاف [illegible] بنا کر رات کو احلیل میں رکھ کر سو رہیں۔

[illegible]

# تخیلات

خان بہادر حکیم احمد شجاع صاحب

## نیکی اور بدی

کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو نہ برا بنا سکتا ہے نہ اچھا اور اچھی سے اچھی چیز ایک بُرے آدمی کے ہاتھ میں بُری اور بری سے بری چیز ایک اچھے آدمی کے ہاتھ میں اچھی ہو جاتی ہے۔ ایک انسان زیادہ سے زیادہ فقط یہی کر سکتا ہے کہ کسی دوسرے انسان کے اُن فطری رجحانات کو ایک مادی صورت میں منتقل کر دے جنہیں تشکل کرنے کی وہ خود نہیں کر سکتا۔ کمزور لوگ اپنی شکست کی تلخی مٹانے اور اپنے آپ کو اپنے اعمال کی سزا سے بچانے کے لیے دوسروں کی ترغیب کو اپنی بدکاریوں کا بہانہ بناتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسا کرنے سے وہ اخلاق کی پستی انسانیت کی ذلت اور فطرت کی بدتہذیبی کا سب سے بڑا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔

## بداعتدالی

بداعتدال وہ شخص ہے جس نے قوائے جسمانی کی سب سے بڑی عشرت کو ایک مہیب بدی بنا دیا ہے۔ جس نے اپنے حواس کے مطالبہ کو عقل کی حکمرانی سے آزاد کر کے اعتدال سے ناآشنا کر دیا ہے جس نے خواہشات نفسانی سے روح کی بیماریوں کا علاج نہ کیا اور روح کی لذتوں کو گناہ کی خوفناک ہوسکاریوں میں تبدیل کر دیا۔

## عشق

لوگ اس مفید اور کارآمد دنیا کے مشاغل سے غافل ہو کر، ایک بے معنی تخیل، ایک بے حقیقت تمسخر کی تشکیل کی فکر میں مستغرق ہیں۔

عشق نہ صرف ایک بے معنی لفظ ہے، بلکہ ایک جھوٹ ہے جسے انسان عادتاً بولتا ہے، ایک فریب ہے جس میں بے کار اپنے آپ کو مبتلا کر لیتے ہیں۔ ایک مرض ہے جو کبھی کبھی کمزور دماغوں کو لاحق ہو جاتا ہے۔

## ایثار

ایثار کے بغیر دوستی ایک بے معنی چیز ہے، تم اپنے دوست کو اپنی ممکنات کی انتہائی وسعت سے بھی زیادہ فائدہ پہنچاؤ اور اس سے کسی فائدہ کی توقع نہ رکھو۔ یہی غیرفانی دوستی کا راز ہے۔ ماخوذ

# بیوی کیسی ہونی چاہیئے؟

از جناب اصغر صاحب، اچھروی

یہ مانا کہ بیوی سے ہے گھر میں راحت　　نہ ہو گھر میں بیوی تو سب ہے اکارت
مگر شرط ہے نیک سیرت ہو بیوی　　رسیلی زباں ہو سراپا شرافت
حیا اس کی نظروں پہ ہر دم فدا ہو　　لبوں پر تبسم رہے بہر خدمت
محبت کی دیوی ہو پتلی وفا کی　　بلاشک وہ بیوی ہے دنیا میں جنت
مگر ہاں جو ہو بے وفا بے حیا گر　　تو شوہر کے حق میں سراسر ہے لعنت
وہ منہ زور گھوڑا ہے مالک کا دشمن　　اشارے پہ چلنا نہیں جس کی خصلت
بچائے خدا ایسی بیوی سے سب کو　　ڈبو دے جو پل بھر میں شوہر کی عزت
بنے گھر کو جو آ کے برباد کر دے　　وہ بیوی ہے گویا سراپا قیامت
بنا دے جو بھائی کو بھائی کا دشمن　　الٰہی وہ بیوی ہو غرقاب ذلت
چھپائے نہ سر اس سے شیطان کیونکر　　جو شوہر کی جوتوں سے کر دے حجامت
مرض لا دوا ہے وہ بیوی نہیں ہے　　دوا کارگر ہے نہ کوئی کرامت
نہ جائے جنوں اس کا یاقوتیوں سے　　نہ گرمی کرے دُور الفت کا شربت
زباں پر نہ گاؤزباں کا اثر ہو　　نہ حُب کے لیے کارگر حبِ الفت
دعا ہے خدا ایسی بیوی سے بخشے　　نہ آئے کسی گھر میں شوہر کی شامت

میسر ہو بیوی سے ہر اک کو راحت
ہوئی جیسے اصغر پہ مولا کی رحمت

# گلابی قطرے!

(سلام مدراسی - ناگپور)

آشا اور رمیش کی آنکھیں جس وقت سے چار ہوئیں نہ معلوم آشا کیوں اپنی ضیا پاشی زندگی کو موت سے بھی زیادہ تاریک محسوس کرنے لگی تھی۔ رات کا چین اور دن کا آرام اضطراب و اضمحلال میں تبدیل ہو چلا تھا۔

رمیش چند ہی ہفتوں میں ڈرائیور کی جگہ پر فائز ہو چکا تھا اور وہ آشا کے دلی مقصد کو معلوم کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ آج اسے چھٹی تھی۔ آقا کی فلک بوس حویلی کے صحن میں فوارہ کا سہارا لیے اپنی نگاہوں سے دُور افق پر ٹکٹکی لگائے واقعات ماضی پر تبصرہ کر رہا تھا پشت کی جانب سے ایک سرسراہٹ سی محسوس ہوتی۔ اس کی محویت مجروح ہو گئی۔ مڑ کر دیکھا۔ آشا پھٹی پھٹی آنکھوں میں دو آبدار قطرے لیے ہوئے ساکت و صامت کھڑی ہے

رمیش اس نے خیر مقدم کو آگے بڑھا۔ آشا نے کہا آج اتوار کا دن ہے تفریح کو جانا ہے۔ "کار" لے آؤ۔

رمیش دوڑتا ہوا گیا اور اس کی نئی فریب ٹورنگ کو اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا

آشا نے رمیش کو اپنے قریب بٹھا لیا اور موٹر اسٹارٹ کر کے خود چلانے لگی۔ رمیش اس کے قریب بیٹھا دل ہی دل میں پیچیاں کھا رہا تھا کہ آج کی بات ہے آشا خلاف معمول موٹر چلا رہی ہے۔

کار برق رفتاری کے ساتھ فضائے بسیط کو چیرتی ہوئی شہر کے اجتماعی مناظر وں سے کوسوں دور نکل چکنے کے بعد بھی اس کا دماغ بھی

---

پاس ابھیر خیالات کی تاریکیوں میں گم تھا اک ساعت کے لیے حسرت زدہ آنکھوں سے آشا کو دیکھا۔ اس کی ریشمی زلفیں ہوا کے شریر جھونکوں سے مچل مچل کر عارض تاباں پر منتشر ہو رہی تھیں رمیش کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بکھرے ہوئے کالے کالے بادلوں کے انتشار میں چودھویں تاریخ کا چاند دیکھ رہا ہو وہ بار بار کوشش کر رہا تھا یہ پوچھنے کی کہ آخر ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ لیکن جرأت نہ ہوتی تھی اسی نامعلوم جذبات کے تلاطم میں اس کی ہر جرأت دل کی گہرائیوں سے نکلکر ہونٹوں پر اس طرح مجروح ہو جاتی تھی جیسے کوئی آبگینہ سمندر کی گہرائیوں سے نکلکر سطح پر دم توڑ دیتا ہے اس کا دل بھی ویسے ہی لرز رہا تھا اسے کیا خبر ہو سکتی تھی کہ آج دونوں کے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ایک نئی زندگی جنم لے رہی ہے اور دونوں کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ ہو جانے کو ہے۔

موٹر ایک ڈاک بنگلے کے سامنے رکا۔ آشا رمیش کو لے کر ڈاک بنگلہ میں پہنچی اور اپنے دل کی گہرائیوں سے چند الفاظ بطور اظہار تمنا اس کے سامنے پیش کیے۔

آج سے میں تمہاری داسی ہوں۔ آج ہی سے نہیں بلکہ جس دن سے میری پیاسی نگاہوں نے تمہیں دیکھا ہے۔ اسی دن سے میں نے تمہیں اپنا . . . . . مان لیا ہے۔

آج میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ تمہیں دور لے جا کر وہ سب کچھ کہہ ڈالوں جو آخر مجھے ایک دن کہہ دینا چاہیے، ورنہ ہوا کا ایک ہی جھونکا میری تھرتھراتی ہوئی شمع زیست کو ایک لمحہ کے لیے بھڑکا کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیگا۔ آج تم نے مجھے اپنایا نہیں تو میری یہ تنہائی کا احساس اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔

آشا جذبات کے ہیجان میں نہ جانے کیا کچھ کہتی ہوئی اپنے رگ و ریشہ میں ایک بجلی کی سی تڑپ محسوس کرنے لگی اور اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے رمیش کی کلائی تھام کر اس کی انگلی میں ایک قیمتی انگوٹھی پہنا دی . . . "

رمیش نے بھی خوشی خوشی اپنے استقلال محبت کا یقین دلاتے ہوئے آشا کو اپنے دل میں چھپا لیا۔ دونوں نے محبت کی گرہ مضبوط باندھ لی اور یہ کہتے ہوئے گھر کی راہ لی۔

جہاں عشق کی رہنمائی نہیں ہے وہاں موت ہے زندگانی نہیں ہے۔

دنیا و مافیہا سے بے خبر جوانی کے نشہ میں چور میکدۂ محبت کے متوالے اپنے کیے ہوتے عہد و پیمان کو پروان چڑھانے کے لیے شہر سے دور بہت دُور محبت کی بستی بسانے کے عزم میں سیٹھ کنہیالال کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو گئے

رمیش کے ساتھ ایک خوشنما پر فضا اور رنگین گاؤں میں پُر حسن و جمال کی کرنیں بکھیر کر جلوہ افروز ہوئے کو ابھی چند ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ گاؤں والوں نے یہ کہرام مچا دیا کہ آشا ایک آزاد ڈائن ہو۔ گاؤں میں نہیں رہ سکتی۔ رمیش اور آشا کی دنیا میں چاروں طرف سے حقارت کی نفرت کی سیاہ بدلیاں امڈ آئیں اور جی کھول کر خوب برسیں۔ برستی ہوئی بارش کی بے شمار بوندوں کی طرح سترہ منہ ستر بول تھے

کوئی کہتا تھا

"آشا ایک بدچلن ذلیل عورت ہو"

کسی نے کہا

"پاپن ہو، گاؤں کی بھولی بھالی لڑکیوں کو بگاڑ دے گی اس کو گاؤں سے ابھی نکال دینا چاہیئے"

یہاں تک کہ آشا کا اس گاؤں میں چلنا پھرنا اور رہنا بھی سخت دشوار کر دیا۔

ناز و نزاکت کے مخملیں گدوں پر پلی ہوا میں کھیلی ہوئی آشا کیا اتنی سخت تھی کہ وہ ان سختیوں کو برداشت کر سکتی۔ روز بروز اس کی صحت میں انتہائی درجہ کے انحطاط کا آغاز ہوا۔ اسی کا چاند سا نورانی چہرہ ڈوبتے ہوئے چاند کے نیم روشن دھندلکوں میں تحلیل ہو کر رہ گیا۔

ایک دن ..... شام میں سورج کی سنہری کرنیں گاؤں کی سبز پتیوں کی بلائیں لے کر رخصت ہو چکی تھی اور رات کی بڑھتی ہوئی تاریکی بھی سیاہ زلفیں کھول کر دنیا کو اپنے عالم آشوب میں لے چکی تھی آشا کٹیا میں بے حس و حرکت لیٹی ہوئی ہے اور اسی کے قریب اس کا والہ و شیدا رمیش بیٹھا اپنی غم نصیبی پر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہا ہو۔ سامنے کڑوے تیل کی جلتی ہوئی دِیولی دھندلی سی ضیا پھیلاتی ہوئی واقعاتِ ماضی کی یاد تازہ کرا رہی تھی۔ ہمیشہ کی آنے جانے والی نیند نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ الغرض ساری رات خاموشی اور سکوت کی گھڑیاں بن کر دہول کھائے ہوئے دلوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے کو سناتی ہوئی ختم ہوئی

لیکن ان کے دل کی گہرائیوں سے ابلا ہوا سیماب رشک ہنوز نہیں رُکا۔

آشا نے ایک پرسوز آہ بھر کر رمیش سے کہا

"اب مجھے کسی دوسرے شہر میں لے چلو جہاں میرا آسانی سے علاج ہو سکے۔ میں اس گاؤں میں گھڑی بھر بھی نہیں زندہ رہ سکتی۔ رمیش بھی رضی ہو گیا اور سامانِ سفر درست ہو گیا۔

رمیش اور آشا گاؤں والوں کی نگاہوں سے بچ کر اسٹیشن کی طرف ہوتے اسٹیشن تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر تھا اور گاڑی رات کے دس بجے آنے والی تھی۔

رات کی بھیانک تاریکی چاروں طرف مسلط ہو چکی تھی۔ ندی نالوں سے مینڈکوں کی ٹرٹراہٹ۔ جنگلی چمگادڑوں کے اڑنے کی آوازیں بلندیوں سے گرتے ہوئے آبشاروں کا شور جنگلی درندوں کی دلشگاف چیخیں آشا کو بھگوان کی یاد دلا رہے تھے۔ ابھی فاصلہ کچھ کم نہ ہوا تھا کہ ایسی زور کی بارش ہوئی کہ جنگل کے تمام پیچ پیچ اور خمدار راستے پانی کی چادر سے ڈھک گئے۔ کیڑے مکوڑے۔ سانپ بچھو غرض تمام حشرات الارض اپنے اپنے سوراخوں سے نکل کھڑے ہوئے۔ طوفانی بارش کی آہنی بوچھاڑیں آشا کے بلوری جسم کو پاش پاش کر دینے کو تلی ہوتی تھیں۔ ہوا کے تباہ کن جھونکے اس کے قدموں کو لڑکھڑا دے رہے تھے۔ اس سنسان وادی کی قیامت خیز تاریکی میں نہ کوئی راہ گیر نہ کوئی رہبر۔ صرف یہی دو مجبور انسان تھے۔

دفعتاً آشا کو ڈوبتی بجھی سی آنکھوں کو دور سے دھندلی سی ایک امید کی کرن نصیب ہوئی۔ شاید وہ منزلِ مقصود کا پتہ دے رہی تھی۔ اور اب آشا کی آس بندھ چکی تھی اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہیں۔ اسکے پاؤں لڑکھڑا گئے اور گرتے گرتے سنبھلکر رمیش کے بازوؤں کا سہارا لیے ہوئے رنج و کرب سے بولی

" مجھے اپنے بازوؤں کا سہارا دو نا۔ چلتی ہوں تو کمبخت زمین بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے "۔

جوں توں آشا اور رمیش اسٹیشن پر پہنچے اور مدراس جانے والی گاڑی کا بھی آ دھمکنا یہ بھی قدرت ہی کی مصلحت تھی۔

دونوں ٹکٹ نکال کر گاڑی پر سوار ہو گئے "

مدراس پہونچکر آشا کا جسم بخار کی پوری شدت سے جل رہا تھا

رمیش فوراً آشا کو جرنیل ہسپتال میں داخل کر دیا۔ اب آشا کو ہسپتال میں پورے پانچ مہینے بیت گئے اور وہ اس وقت کافی صحت یاب ہو چکی تھی اور آج کل میں ایک بچہ کی ماں بھی بننے والی تھی

آشا سے ایک دن رمیش نے اکتا کر لہجہ میں کہا۔ آشا اب تم اپنے گھر چلی جاؤ کیونکہ تم دو ایک دن میں ایک بچہ کی ماں بننے والی ہو۔ کب تک میرے ساتھ ٹھوکریں کھاتی پھرو گی۔ بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ میں تمہارے گھر پہنچا دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے یہ سمجھ لو کہ تمہارا حسن کا نشہ مجھ میں چور تھا اور تم اپنی جوانی کے نشہ میں بدمست تھیں میں کسی ایک پر دوکش نہیں ہے۔"

رمیش کے ان جملوں سے آشا کے کان کھڑے ہو گئے۔ ہوش گم ہو گئے۔ آشا کے نازک سے دل کی ننھی سی دنیا تہہ و بالا ہو گئی۔ زندگی کو ایک تباہ کن جھٹکا محسوس ہوا اور پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "یہ تم کیا کہہ رہے ہو رمیش؟ کیا تم میری وفاؤں کو شکست اور میرے عہد و پیمان کو مجروح کر کے جانا چاہتے ہو۔ ایسا نہ کرو۔ میں نے تمہیں اپنا پرمان ناتھ مان لیا ہے۔" میرا جیون ناش ہو جائے گا"

کیا تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ تمہاری آشا ایک بچہ کی ماں بنجانے کے بعد تم سے بچھڑ کر کیا کرے گی۔ کیسے جئے گی۔ وہ آشا جسے تمہاری خاطر اپنے بلند خاندان کی برتری کا احساس بھی نہ ہو۔ وہ آشا جو تمہاری خاطر اپنی خوشگوار زندگی کو زندگی نہ سمجھتے ہوئے ہمیشہ کے لیے تمہاری ہو گئی ہو۔

کیا تم اسے اس طرح چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟؟

ایسا نہ کرو۔ میری زندگی برباد ہو جائے گی۔ اور آج کل میں یہ جو بچہ ......

رمیش بغیر کچھ کہے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ پورا دن بیت گیا رات ختم ہو گئی۔ مگر رمیش نہیں آیا۔

ہسپتال کے خاموش برآمدے پر سے آشا کی دو ساحر آنکھوں نے دیکھا کہ ایک جوان ستارہ آسمان سے ٹوٹا اور تاریکی کے سینہ میں ایک روشن خراش سی پیدا کرتا ہوا آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔"

اب آشا ایک بچہ کی ماں بن چکی تھی۔ اس کا چھوٹا سا منو اس کی ستم رسیدہ آغوش میں سو رہا تھا۔

آسمان پر چمکتے ہوئے روشن ستاروں سے لے کر اس کی کھلی ہوئی آنکھوں تک اگر کوئی شے کائنات میں باقی رہ گئی تھی تو صرف اس کا ایک :۔

"موم سا مکھڑا"

دفعتاً آشا کی سحر طراز خوابیدہ آنکھوں سے دو گلابی قطرے نکلے اور پلکوں سے الجھ کر دامن میں جذب ہو گئے۔ شاید وہی آنسو کے قطرے رمیش تھے۔ جو اس سے جدا ہو کر اب پھر کبھی نہیں ملیں گے۔

(ماخوذ رسالہ کامیاب دہلی)

---

لطیفہ:۔ ایک کنجوس ساہوکار نے ایک فقیر کے بہت گڑگڑانے پر ایک اکنی لے دیدی اور ساتھ ہی سوال کیا

ساہوکار:۔ بابا آپ اس رقم کا کیا کریں گے؟

فقیر:۔ سنجیدگی سے، میں یہ معقول رقم یا تو گورنمنٹ کو قرض پر دونگا یا کسی بڑے بینک سے حصے خرید لوں گا۔ یا آپ جیسا مشورہ دیں ویسا کرونگا

(اشفاق نے لکھا)

---

# بھوک

از جناب شمیم اکبرآبادی

راجو ایک معمولی کسان تھا۔ چند بیگھہ زمین دو بیل اور ایک ہل کا مالک، ماں تو مر چکی تھی صرف ایک بہن کی پرورش اس کے ذمہ تھی اور وہ حتی الامکان اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ وینا کے اخراجات میں صرف کر دیتا تھا خود میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتا۔ مگر وینا کو نئی نئی ساریاں لا کر دیتا۔ اپنے آپ ننگے پاؤں پھرتا۔ مگر وینا کے واسطے جوتا بھی لاتا۔

بہن یہ دیکھ کر کہتی بھیا تم خود پہنتے اوڑھتے نہیں، مجھے یہ سب کچھ کیوں لا کر دیتے ہو ایسا مت کیا کرو"

تو وہ کہہ دیا کرتا

"پگلی تجھے نہیں معلوم۔ میں تجھے اوڑھے پہنے دیکھ کر کتنا خوش ہوتا ہوں۔ ماتا مر گئی وہ کہتی تھی میری وینا کو اچھی طرح رکھیو"

اور پھر اس کے آنسو نکل آتے۔ وہ یاد کرتا اور روتا۔ اور اس کے سامنے پچھلی تمام باتیں متحرک تصاویر کی طرح ناچنے لگتیں۔ جب پتا زندہ تھا کس قدر آرام تھا۔

بچپن کا بہت تھوڑا عرصہ آرام سے گذرا۔ پتا کے مرنے کے بعد ماتا نے کسی نہ کسی طرح اپنی میری اور وینا کی جان بچائی۔ کون جانے؟ کیسے؟ پھر ہم کیسے بڑے ہوئے۔ میں بھی کھیت جانے لگا۔ ماتا مجھے کھانا دینے جاتی۔ پھر ماتا بھی مر گئی اور رونے کے لیے چھوڑ گئی۔ اس کی نصیحت تو مرتے دم تک پورا کرنا فرض ہے میرا۔

پھر وہ سوچنے لگتا

"آخر وینا ہے تو لڑکی . . . . . پرائے گھر کی دولت۔ وہ بھی چلی جائے گی اور پھر میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ اس کو خوب آرام تو دے دوں اور پھر اس کے دماغ میں گاؤں کے نوجوانوں کے چہرے پھرنے لگتے

جو وینا کو محبت بھری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر راجو کی وجہ سے لب کشائی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ راجو کا اخلاق۔ اس کی محبت اور ہمدردی ان نوجوانوں کو مجبور کر دیتی تھی۔ وہ وینا کو دیکھتے اور دل مسوس کر رہ جاتے

آخر تھی تو بلا حسین۔ اگر گاؤں کے جوان اس کے گرویدہ ہو گئے۔ تو کیا تعجب؟ غریبوں کی دولت حسن ہے اور اللہ میاں غریبوں کو اس فیاضی سے حسن دیتے ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اس غربت و افلاس میں بھی راجو صد درجہ خوش اور مطمئن نظر آتا تھا۔

وینا کے حسن انتظام نے راجو کے دل سے غربت کے تلخ احساسات کو مٹا کر رکھ دیا تھا۔ وہ بے حد خوش تھا۔ وینا کی خدمت ہی اس کا نصب العین تھا۔ وینا کو خوش خوش دیکھ کر اس کے دل کا کنول کھل جاتا۔ اور وینا کو افسردہ دیکھ کر حد درجہ رنجیدہ اور مغموم ہو جاتا۔ غرضکہ وینا کی خوشی سے ہی اس کی خوشی وابستہ تھی۔

وینا کو پا کر وہ دنیا کی ہر دولت سے بے نیاز ہو چکا تھا۔ گویا یہی اس کا دھن تھا۔ یہی پونجی اور یہی سرمایا۔ سب کو کھو کر اس کو وینا ہی تو ملی تھی نا۔

ماتا پتا کی محبت سے محروم ہونے کے بعد بہن کی شفقت اور محبت سے غریب راجو کا دل بندھا رہتا۔ اس کو اس پر یاس زندگی میں بھی مسرت حاصل تھی۔ وہ بہن کے وجود کو اپنے وجود کا باعث سمجھتا تھا اور اسی لیے اپنی زندگی بھلی بری کاٹ رہا تھا۔ ورنہ تو ماتا اور پتا کی موت کے بعد اس نے خودکشی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ مگر دونوں دفعہ چھوٹی وینا کی پرورش کے خیال نے دامن پکڑ لیا اور اب وہ جی رہا تھا صرف وینا کے لیے۔ وینا کو خوش رکھنے کے لیے وہ سب کچھ کر سکتا تھا۔ آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتا تھا۔ مگر یہ گوارا نہ تھا کہ وینا ماتا پتا کی عدم موجودگی کا احساس کر کے رنجیدہ اور افسردہ خاطر ہو۔ یہ تھی راجو کی گھریلو زندگی۔

وینا کبھی راجو سے شادی کے لیے کہتی تو راجو ہنس کر ٹال دیتا۔ وینا کی وجہ سے تو شادی نہیں کی۔ اس کی خیال تھا کہ شاید اس کی بیوی وینا سے جلے اور اس کو رکھ دے۔ یہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس صورت میں دو زندگیوں کی تباہی و بربادی یقینی تھی۔ وہ کسی کی زندگی برباد کرنا نہیں چاہتا تھا اور نہ اپنی وینا ہی کی زندگی کو شادی کر کے تلخ بنانا چاہتا تھا پھر اسی خیال کی بنا پر وہ مجرد رہا۔

وقت کے پلٹا کھایا ہوا بدل گئی۔ بارش کی کمی کے سبب دریا آبپاشی کے ذریعہ میسر نہ ہونے کے سبب پیداوار فدرہ برابر نہ ہوئی۔ فائدہ نہ ہونے کی بجائے اپنا ہی سرمایہ خرچ ہوگیا۔ گاؤں بھر میں غلہ کی کمی کے باعث کال پڑگیا۔ جب تک تھا کھایا۔ پھر لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ فاقوں کی کوئی حد نہ رہی۔ ہر شخص دوسرے آدمی کے غم کا شریک تھا اور بھوک کے سوا گاؤں میں کوئی آواز نہ تھی۔ راجو کے گھر میں جو کچھ دیکھتے خرچ ہوگیا۔

وینا جیسی بیکس و مجبور اشخاص کی آہ وزاری پر اظہار ہمدردی کرتی خود ہمدردی اور حاجت مند ہوگئی۔ زمیندار کی حویلی کے اونچے اونچے برج گویا ان حضرات کی مصیبت زدہ لوگوں پر قہقہہ زن ہوں۔

........ سب کی چیخ دپکار سے دور ...... زمیندار حویلی کے اندرون گنداز رہا تھا۔

لمبی لمبی بھیانک چیخیں اونچے اونچے برجوں سے ٹکرائیں۔ ایک بھیانک اور ہیبت ناک فضا پیدا ہوتی اور پھر وہ چیخیں ناکام واپس ہی لوٹ آئیں۔

راجو کب برداشت کرسکتا تھا کہ وہ اپنی بہن کو اپنی نظروں کے سامنے بھوک سے پڑے رہنے دے۔ وہ اپنے جسم کا ہر عضو بیچ سکتا تھا۔ صرف وینا کے پیٹ بھرنے کے لیے۔ وہ کئی دن تک گاؤں میں اناج کے واسطے پریشان پھرتا رہا مگر کسی نے اناج کا ایک دانہ بھی نہ دیا۔ ایسی حالت میں کون دیتا اپنے ہی پیٹ بھرنے کے لیے نہیں۔ جب وہ چاروں طرف سے ناامید و مایوس ہوگیا تو مجبور گھر لوٹا۔

وینا دروازے پر کھڑی بھائی کی راہ دیکھ رہی تھی۔ آتے ہی راجو گر پڑا۔ بھوک کی شدت نے اس کے دماغ کو ماؤف کر دیا تھا۔ سر چکرا رہا تھا اور اس کو یہ معلوم ہو رہا تھا جیسے تمام گاؤں اور گاؤں کی ہر چیز اس کے اردگرد چکر کاٹ رہی تھی۔

بھائی کی یہ بیہوش سی حالت دیکھ کر وینا کے دل ودماغ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اس کو اس دنیا پر سخت غصہ آنے لگا جہاں یہ غریب بھوکوں مرجاتا ہے۔ مگر سرمایہ داروں کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ غریب کو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ضمیر فروخت کرنا پڑتا ہے اور سرمایہ دار غریب کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوچتے سوچتے وہ ایک دم کھڑی ہوگئی۔ ایک تحریک اور پھر زمیندار کی حویلی کی طرف تیزی سے چل دی۔ دروازہ پر پہونچکر نسوانی شرم وحیا پاؤں کی زنجیر بن گئی لیکن پھر بھی وہ چل دی۔

کون ہو...؟ نوکر نے کرخت لہجہ میں پوچھا۔ وینا نے کسی قدر جلدی سے بولی

"کئی دن سے بھوکی ہوں کچھ کھانے کو دے دو۔

"سیٹھ جی کے پاس جاؤ" وہ معنی خیز نظریں ڈالتا ہوا چلا گیا۔

سیٹھ جی بولے

"کچھ کھانے کو" وینا کی آواز التجا آمیز تھی۔

"اچھا بیٹھ جا" سیٹھ جی اٹھے اور چاروں طرف بغور دیکھنے لگے

...... چند منٹ بعد چاندی کے چند سکے اسکے ہاتھ میں تھے۔

دوپٹہ کے آنچل میں آٹا بھرا ہوا تھا۔ بھیا بھیا اٹھو میں تمہارے لیے کھانا لے آئی" راجو جو ایسی ذلیل اور گندی روٹی کھانا نہیں جانتا تھا جس کے بدلے میں عصمت فروخت کردی گئی ہو۔ وہ دنیا کی بے اعتنائیوں اور بے مہریوں کے سبب دل برداشتہ ہوکر پہلے اپنی زندگی موت کے دامن میں میں دے چکا تھا وینا پاس کھڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی مگر کون جانے کیا؟ (ماخوذ)

# خون کے بدلے خون

خون کے بدلے خون کا فارمولا روزِ ازل سے چلا آرہا ہے۔ شروع شروع میں اگر کوئی آدمی کسی کو قتل کر دیتا تھا تو مرنے والے کے رشتہ دار مارنے والے کو ختم کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے تھے۔ اس وقت اپنی حفاظت کا ذمہ دار ہر شخص خود ہوتا تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد انھوں نے سوچا کہ اگر ہر آدمی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیگا تو کام نہیں چل سکتا اور سماج کی ترقی نہیں ہو سکتی۔

پھر لوگوں نے ایک سردار چن لیا۔ اسی طرح آگے چلکر راجے اور راج قائم ہو گئے۔ ان سرداروں اور راجاؤں کو حفظِ امن کے لیے قانون بنانا پڑا اس قانون میں بھی خون کا بدلہ خون کا فارمولا قائم رکھا گیا اس فارمولا کو پورا کرنے میں قاتل کو موت کی سزا دینے کے لیے مختلف طریقے جاری کیے شروع شروع میں وہ بڑے بڑے وحشیانہ تھے۔ مگر زمانہ کے ساتھ ساتھ ان میں بھی تبدیلی ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض ممالک میں موت کی سزا بالکل اڑا دی گئی ہے۔

پہلے انگلینڈ میں پھانسی کا رواج عام تھا۔ معمولی معمولی قصور پر بھی پھانسی کی سزا دی جاتی تھی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ سزا تو سنا دی جاتی تھی مگر عملی جامہ شاید ہی پہنایا جاتا تھا۔

اس سزا کو اڑانے اور انگریزی قانون کو سدھارنے کے لیے سر سموئیل رومیل نے سنہ ۱۸۰۸ء سے سنہ ۱۸۱۸ء تک بہت کوشش کی لیکن یہ سنہ ۱۸۰۶ء میں جب رومیل بڑا قانونی مشیر بن گیا تو اس نے سزا کے سخت طریقوں کو بدلنے کی کوشش کی۔ مگر پرانے قانون کے حامی اس کے خلاف تھے اُن کا خیال تھا کہ اگر سزا میں کمی کر دی گئی تو ملک میں بدامنی پھیل جائے گی۔ اور قتل و غارت کی وارداتیں زیادہ ہو جائیں گی۔

دس سال تک ہاؤس آف لارڈز میں اس کے بل نامنظور ہوتے رہے مگر وہ اڑا رہا اور آخر کار اس نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی پھر صرف

ملک سے بغاوت اور قتل کی سزا موت رکھی گئی۔ آج بھی کے قریب ایسے ملک یورپ میں سوائے جنگ کے دنوں میں موت کی سزا بالکل نہیں دی جاتی۔

ہالینڈ میں یہ سزا سنہ ۱۸۷۰ء میں بند کر دی گئی۔ سویڈن، ناروے ڈنمارک، لیتھویا، سپین اور کچھ امریکی ریاستوں میں یہ سزا بند ہے۔ فن لینڈ میں سوائے مارشل لا سنہ ۱۸۲۶ء کے بعد کسی کو موت کی سزا نہیں دی گئی

بلجیم میں سنہ ۱۸۶۳ء کے بعد موت کی سزا بالکل نہیں دی گئی کچھ ممالک ایسے بھی ہیں جہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ موت کی سزا بجائے کم کرنے کے بڑھائی جا رہی ہے۔ جنگ کے زمانہ کو چھوڑ کر سنہ ۱۹۳۳ء سے سنہ ۱۹۳۸ء تک جرمنی میں تقریباً دو سو آدمیوں کو ملکی بغاوت کے سلسلہ میں پھانسی پر لٹکایا گیا۔

موت کی سزا کے کئی طریقے ہیں انگلینڈ اور ہندوستان میں قاتل کو پھانسی پر چڑھایا جاتا ہے وہ یوں کہ اس کے گلے میں رسی باندھ کر گانٹھ دی جاتی ہے اور اسے چھ سات فٹ کی بلندی سے گرایا جاتا ہے۔ گرنے سے اس کی گردن ٹوٹ جاتی ہے۔

انگلینڈ میں پھانسی کا طریقہ بڑی مدت سے چلا آرہا ہے۔ بارھویں صدی میں تو پھانسی کے بعد لاش کو زنجیروں سے باندھ کر اس جگہ لٹکا دیا جاتا تھا جہاں اس نے قتل کیا ہوتا۔ مگر سنہ ۱۸۳۲ء میں اس کو بند کر دیا گیا۔ پھر لاش ڈاکٹر کے حوالے کر دی جاتی تھی تاکہ اسے چیر پھاڑ دیا جائے بعد میں یہ رواج بھی بند ہو گیا۔ سنہ ۱۷۹۰ء تک ملکی بغاوت کے بعض مجرموں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا اس کے بعد پچیس برس بعد تک بھی غداروں کا سر کاٹ دینا جائز سمجھا گیا۔ یہی نہیں سنہ ۱۸۷۰ء تک سزا دینے کے اور بھی کئی وحشیانہ طریقے تھے۔ اس سے پہلے کہ پھانسی پر قاتل کو پھانسی پر لٹکایا جاتا۔ اس کی کچھ انتڑیاں نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے جلائی جاتی تھیں۔ اس کے بعد اس کا سر کاٹا جاتا تھا اور لاش کے چار ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ پبلک کے سامنے موت کی سزا دینے کا رواج سنہ ۱۸۷۰ء تک جاری رہا۔

اس کے بعد موت کی سزا کا سب سے اچھا طریقہ ایک مشین کے ذریعہ سر کاٹنے کو سمجھا جاتا تھا۔ اس مشین کو گلوٹین کہا جاتا تھا۔ اس مشین میں مجرم کے گلے پر بڑا چھرا آکر گرتا ہے جس سے گردن فوراً کٹ جاتی ہے کلہاڑی سے گلا کاٹنے کی نسبت یہ طریقہ اچھا ہے۔

اٹلی اور جرمنی میں اس کا رواج تیرھویں صدی میں شروع ہوا۔ کلہاڑی سے گلا کاٹنے کا رواج بند ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے۔

جرمنی میں ملک سے بغاوت کی سزا اکثر اسی طریقہ سے دی جاتی رہتی ہے یونان اور اٹلی میں بھی موت کی سزا اسی طریقہ سے دی جاتی رہی۔ ایک زمانہ میں مجرم کو کسی چٹان سے نیچے گرا دیا جاتا تھا۔

رومن قانون کے ماتحت ایک بار ایک آدمی کو موت کی سزا عجیب طریقہ سے دی گئی۔ اس کو ایک کتے ایک بندر اور ایک مرغ اور ایک زہریلے سانپ کے ساتھ بوری میں بند کر کے گہرے پانی میں پھینک دیا گیا۔ اس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا اب امریکہ میں مجرم کو ایک خاص کرسی پر بٹھا دیا جاتا ہے اور بجلی چھوڑ دی جاتی ہے + اس طرح اس کی جان فوراً نکل جاتی ہے۔

# دلچسپ معلومات

## شوہر کی روح کو بیوی سے دلچسپی

آپ یہ معلوم کر کے حیران رہ جائیں گے کہ کس طرح ایک مرنے والے شوہر کی روح قدم قدم پر اپنی بیوی کی امداد کرتی ہے۔ مرنے والا بولٹن انگلستان کا ایک تاجر تھا جسے اپنی بیوی سے بے اندازہ محبت تھی اور اچانک یہ تاجر بیمار ہوا اور مر گیا۔

لیکن مرنے کے دوسرے دن ہی اس کی بیوی نے دیکھا کہ وہ بیوی کو دیکھ کر مسکرایا اور اس نے کاروبار کے سلسلہ میں بہت سا مشورہ اپنی بیوی کو بتلائے جو بالکل درست ہوتے۔

اس واقعہ کے چند ماہ کے بعد اس کی بیوی بیمار ہوئی تو شوہر کی روح ڈاکٹر کو خود بلا کر لائی اور اس بات کا انکشاف اس وقت ہوا جب ڈاکٹر نے مریضہ کو اس راز سے آگاہ کیا۔

جس کوٹھی میں یہ تاجر رہتا تھا اس میں اکثر اس کی روح کو چلتے پھرتے دیکھا گیا ہے اور ہمیشہ ہی تاجر کی روح نے نازک موقعوں پر اپنی بیوی کی امداد کی ہے۔

# رنگ و روپ

فراق گورکھپوری، ایم۔اے

نہروں میں کھلا کنول نہائے جیسے　　دوشیزۂ صبح گنگنائے جیسے
یہ روپ، یہ لوچ، یہ ترنم، یہ نکھار　　بچہ سوتے میں مسکرائے جیسے

(۲)

غنچہ کو نسیم گدگدائے جیسے　　مطرب کوئی ساز چھیڑ جائے جیسے
یوں پھوٹ رہی مسکراہٹ سے کرن　　مندر میں چراغ جھلملائے جیسے

(۳)

جادو وہ جھکی پلک جگائے جیسے　　پڑتے ہوں کھلی فضا پہ سائے جیسے
ہیں فرش سے تا عرش دو عالم محو۔　　کونین کو میٹھی نیند آئے جیسے

(۴)

تاریخ نقاب رخ اٹھائے جیسے　　جھرمٹ تاروں کا گائے جیسے
یہ کشف و کرامات دمِ نظارہ　　صدیوں کا حجاب ٹوٹ جائے جیسے

(۵)

تو ہر لحظہ کچھ اور آتا ہے نظر　　ہر جلوہ ہے پہلے جلوہ سے نازک تر
ہر خطِ بدن میں جذب نغمے جیسے　　سوتی ہیں حقیقتیں لبِ شاعر پر

(۶)

پھولوں کی سہاگ سیج پہ جوبن رس　　سوتے میں بھی کامنی لجاتی ہوئی حس
کروٹ کروٹ ہے لہلہاتی جنت
ہر سانس میں کچھ ملتے ہوئے عکس

نزلی
نزلی
نزلی
تجربہ شاہد ہی کہ طالب علم، وکیل مصنّف اور دماغی
کام کرنیوالے اکثر زکام نزلہ وکمزوری دماغ وغیرہ کی شکایت میں مبتلا
ہوجاتے ہیں اور عام اشخاص بھی بے احتیاطی کی وجہ سے ان امراض کا شکار
نظر آتے ہیں، ان حضرات کے لیے یہ عجیب و غریب بے خطا دوا بنائی گئی ہی، اس دوا
کے بہترین فوائد دیکھ کر یونانی طب کی ہمہ گیری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، کیسا ہی پرانا
زکام ہو اس کے استعمال سے اس کا قلع قمع ہو جاتا ہی، طرفہ یہ ہی کہ یہ دوا اعلیٰ درجہ
کی مقوی دماغ بھی ہی ضعف اعصاب کو مفید ہی، بھوک لگاتی ہی، اگر آپ چاہتے ہیں کہ
ان مہلک امراض سے نجات حاصل کریں تو آپ کو دنیا میں اس سے
بہتر دوا نہیں مل سکے گی۔ فی شیشی ایک رپیہ چار آنہ
ایک رپیہ چار آنہ
قیمت فی شیشی
ملنے کا پتہ:۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

Regd. L. No. 3196 (Linceneed to Post Without prepayment) Licence No. 4.

# THE TANDURUSTI DELHI

Only Title Cover Printed At King's Art Press Delhi